

قبر پر اذان کی شرعی حیثیت

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا بدعتِ سیئہ ہے، نہ احادیث میں اس کی کوئی اصل ہے اور نہ صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین کے زمانہ ہی میں اس کا کوئی وجود ملتا ہے، بلکہ یہ ہندوستان کی ایجاد ہے، اس کے باوجود ”قبوری فرقہ“ اس کو جائز قرار دیتا ہے، امام بریلویت احمد رضا خاں بریلوی نے اس مسئلہ پر ”ایذان الاجرنی اذان القبر“ کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا ہے، جس میں وہ ”حسن“ یا ”صحیح“ تو درکنار کوئی ”ضعیف“ اور ”موضوع“ (من گھڑت) روایت بھی اس بدعت کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکے۔

اگر دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا کوئی نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رو سے میت کو کوئی فائدہ پہنچتا تو صحابہ کرام ضرور اس کا اہتمام کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن و سنت کے معانی، مفاہیم و مطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والے تھے۔

چاروں اماموں سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں، مزے کی بات تو یہ ہے کہ حنفی مذہب کی تمام معتبر کتابوں میں اس بدعتِ قبیحہ کا نام و نشان تک نہیں ملتا، بلکہ بعض حنفی اماموں نے قبر پر اذان کے عدم جواز اور اس کے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے۔

☆۱ درالبحار میں ہے: من البدع التي شاعت في بلاد الهند الأذان على القبر بعد الدفن .
”ہندوستان میں عام ہونے والی بدعتوں میں سے ایک بدعتِ دفن کرنے کے بعد اذان کہنا بھی ہے۔“

(منقول از «جاء الحق»: ۳۷۸)

☆۲ حنفی مذہب کے جلیل القدر امام محمود بنی کہتے ہیں:

الأذان على قبر ليس بشئ . ”قبر پر اذان کہنا کچھ نہیں ہے۔“ (منقول از «جاء الحق»: ۳۷۸)

☆۳ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: لا يسنّ الأذان عند ادخال الميت في قبره ،

كما هو المعتاد الآن ، قد صرح ابن حجر بأنه بدعة وقال : من طنّ أنّه سنّة ، فلم يصب .

”میت کو قبر میں داخل کرتے وقت مروجہ اذان سنت نہیں، حافظ ابن حجر الحنفی نے اس کے بدعت ہونے

کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے اسے سنت سمجھا، وہ درستی کو نہیں پہنچا۔“

(شامی: ۲/ ۲۳۵، «جاء الحق»: ۱/ ۳۱۷-۳۱۸)

تنبیہ: ابن عابدین شامی حنفی نے بعض شافعیوں کی کتابوں سے اذان کے مواقع ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک میت کو قبر میں اتارتے وقت کی اذان کا ذکر کیا ہے، ساتھ یہ بھی لکھا ہے:

لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب . ”لیکن ابن حجر (مکی) نے شرح العباب کتاب میں اس کا رد کیا ہے۔“

اس کے جواب میں احمد یار خان نعیمی بریلوی لکھتے ہیں:

”اولاً تو ابن حجر (مکی) شافعی ہیں، بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر؟“ (»جاء الحق«: ۳۶۸)

تبصرہ: ابن عابدین شامی حنفی نے شافعیوں کی کتاب سے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کا ذکر کیا ہے نہ کہ قبر پر اذان کا، ساتھ ہی ابن حجر کی کانکار و رد ذکر کر دیا، اتنی سی بات پر نعیمی بریلوی نالاں نظر آتے ہیں، اگر ابن حجر کی شافعی ہیں تو شافعیوں کی بعض کتابوں سے منقول بدعت کیوں محبوب ہے؟ اس پر سہاگہ یہ کہ اس بدعت کا تعلق قبر پر اذان سے نہیں ہے بلکہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت کی اذان ہے، جس کے بریلوی قائل نہیں، رہا ان کا یہ کہنا کہ ”بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر (مکی) شافعی اس کی تردید کرتے ہیں۔“

تو ہم کہتے ہیں کہ ”مفتی“ صاحب توفوت ہو گئے ہیں، کیا ان کے حواری ایک بھی حنفی عالم کا نام بتا سکتے ہیں؟ اگر نہ بتا سکے تو۔۔۔۔۔

اہل بدعت کے دلائل

دلیل نمبر ۱: اہل بدعت کا عمومی دلائل سے اس کا ثبوت پیش کرنا صحیح نہیں، کیونکہ بدعات یا تو عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں یا ان سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

دلیل نمبر ۲: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نزل آدم بالہند واستوحش ، فنزل جبریل ، فنادی بالأذان : اللہ اکبر ، اللہ اکبر ، أشہد أن لا اله الا اللہ ، مرتین ، أشہد أن محمدا رسول اللہ ، مرتین ، قال آدم : من محمد ؟ قال : آخر ولدک من الأنبياء .

”آدم علیہ السلام (جنت سے) ہندوستان میں اترے اور وحشت زدہ ہو گئے ، پھر جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی ، اللہ اکبر ، اللہ اکبر ، أشہد أن لا اله الا اللہ ، أشہد أن لا اله الا اللہ ، أشہد أن محمدا رسول اللہ ، أشہد أن محمدا رسول اللہ ، تو آدم علیہ السلام نے کہا ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں ؟ جبریل نے کہا ، آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔“

(حلیۃ الأولیاء لابی نعیم الاصبہانی : ۱۰۷/۵ تاریخ دمشق لابن عساکر : ۷ / ۴۳۷)

تبصرہ : ☆ یہ روایت ”ضعیف“ ہے ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : فیہ مجاہیل .

”اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔“ (فتح الباری : ۲ / ۷۹)

☆۲ اس کے راوی علی بن (یزید بن) بہرام الکوفی کی توثیق نہیں مل سکی۔

☆۳ عمرو بن قیس راوی کا تعین اور اس کی توثیق مطلوب ہے۔

☆۴ اس روایت میں قبر پر اذان کا اشارہ تک نہیں ، اہل بدعت خواہ مخواہ اپنی کتابوں میں خام مال لوڈ کرتے رہتے ہیں ، یہ روایت ان کی بدعت کو کمزور سہارا بھی نہیں دیتی۔

دلیل نمبر ۳ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

رأنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حزینا ، فقال : یا ابن ابی طالب ! انی أراک حزینا ، فمر بعض أہلک یؤذن فی أذنک ، فانہ درء الہم .

”مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا تو فرمایا ، اے ابوطالب کے بیٹے ! میں آپ کو غمگین دیکھتا ہوں ، اپنے کسی گھروالے کو حکم دیں کہ وہ آپ کے کان میں اذان کہے کیونکہ یہ اذان غموں کا مداوا ہے۔“

(مسند الفردوس بحوالہ «جاء الحق» : ۳۱۴)

تبصرہ : یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے ، نیز اس میں قبر پر اذان کا ذکر تک نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۴ : سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إذا رأيتم الحريق فكبروا ، فإن التكبير يطفئه .

”جب تم آگ کو دیکھو تو تکبیر کہو، کیونکہ اللہ اکبر کہنا اس کو بجھا دیتا ہے۔“

(عمل اليوم والليلة لابن السني: ٢٩٥-٢٩٨، الدعاء للطبراني: ١٢٦٦)

تبصرہ : ☆ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، کیونکہ اس کی سند میں قاسم بن

عبداللہ بن عمر راوی ”متروک“ ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔ (تقریب التہذیب: ٥٤٦٨)

امام طبرانی کے ہاں (الدعاء: ١٢٦٦-١٢٦٧) میں اس کی متابعت اس کے بھائی عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمر نے کر رکھی ہے، وہ بھی ”کذاب“ ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے بھی ”متروک“ کہا ہے۔

(التقریب: ٣٩٢٢)

اگر کوئی کہے کہ الکامل لابن عدی (١٣٦٩/٣، وفي نسخة: ١٥١/٣) اور الدعوات الكبير للبيهقي (٢٣٨) میں متابعت ابن لہیعہ کی روایت آتی ہے تو یہ ابن لہیعہ (ضعیف عند الجہور) کی تدلیس ہے، جیسا کہ ابن ابی مریم کہتے ہیں: هذا الحديث سمعه ابن لهيعة من زياد بن يونس الحضرمي ، رجل يسمع معنا الحديث، عن القاسم بن عبد الله بن عمر ، وكان ابن لهيعة يستحسنه ، ثم انه قال : انه يرويه عن عمر و بن شعيب .

”اس حدیث کو ابن لہیعہ نے ہمارے ایک ساتھی زیاد بن یونس الحضرمی سے سنا، وہ قاسم بن عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں، ابن لہیعہ اسے مستحسن عمل خیال کرتے تھے، پھر انہوں نے کہا، اسے وہ عمرو بن شعیب سے بیان کرتا ہے۔“ (الضعفاء الكبير للعقيلي: ٢٩٦٢)

ثابت ہوا کہ یہ متابعت اس سند کی ہے، جس میں قاسم بن عبداللہ ”کذاب“ راوی موجود ہے۔

دلیل نمبر ٥ : سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہوئے، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ نے تسبیح بیان کی، لوگوں نے بھی تادیر آپ کے ساتھ تسبیح بیان کی، پھر آپ نے بڑائی بیان کی، لوگوں نے بھی بڑائی بیان کی، پوچھا، اے اللہ کے رسول! آپ نے تسبیح بیان کیوں فرمایا: لقد تضايق علي هذا العبد الصالح قبره ، حتى فرجه الله عز وجل عنه . ”اللہ کے اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی، حتیٰ کہ اللہ عز وجل نے اسے فراخ کر دیا۔“ (مسند الامام احمد: ٣/ ٣٦٠، ح: ١٤٩٣٤، ٣٧٧، ح: ١٥٠٩٤)

تبصرہ : اس کی سند ”ضعیف“ ہے، اس میں محمود بن عبد الرحمن بن عمرو الجموح راوی کی توثیق و عدالت ثابت نہیں، حافظ ہاشمی لکھتے ہیں: قال الحسینی: فیہ نظر، قلت: ولم أجد من ذكره غیره. ”حسینی نے کہا ہے کہ اس میں ”نظر“ ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے علاوہ کسی اور نے اسے ذکر کیا ہو۔“ (مجمع الزوائد: ۴/۶۷)

دلیل نمبر ۶: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا نودی للصلاة أدبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التأذين. ”جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تاکہ وہ اذان نہ سنے۔“ (صحیح بخاری: ۶۰۸، صحیح مسلم: ۳۸۹)

تبصرہ : یہاں مطلق اذان کا ذکر نہیں، بلکہ نماز کے لیے اذان کا ذکر ہے، لہذا اس سے قبر پر اذان کا جواز ثابت کرنا ناقبہ اندیشی ہے، کیونکہ شریعت مطہرہ میں قبر پر اذان کا ثبوت نہیں، نہ ہی صحابہ کرام کی زندگیوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے، لہذا اس کے بدعت قبیحہ اور ایجاد دین ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

دلیل نمبر ۷: قبر پر اذان کو تلقین پر قیاس کیا گیا ہے، قبر پر تلقین شیعوں کا شعار ہے، جسے بریلویوں اور دیوبندیوں نے اپنا دین بنالیا ہے، جبکہ دفن کے بعد میت کو قبر پر تلقین کرنا دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے، ایک بدعت پر بدعت پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔
قارئین کرام! ان دلائل کو بار بار پڑھیں، پھر ”مفتی“ احمد یار خان نعیمی صاحب کی اس بات پر بھی غور کریں کہ ”مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے جس کے بہت سے دلائل ہیں۔“ (» جاء الحق «: ۳۱۸) پھر انصاف سے فیصلہ کریں کہ ”مفتی“ صاحب اپنے دعویٰ میں کتنے سچے ہیں؟ نیز لکھتے ہیں: ”قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے، احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے۔“

(» جاء الحق «: ۳۱۸)

ہمیں بھی بتایا جائے کہ وہ احادیث اور فقہی عبارات کہاں ہیں؟ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ حنفی مذہب بلکہ مذاہب اربعہ میں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے، مدعی پر دلیل لازم ہے، ہندوستانی بدعت کو ”اہل سنت کے نزدیک جائز“ قرار دینا انصاف نہیں، ان کو معلوم نہیں کہ یوم حساب آنے والا ہے، اللہ تعالیٰ پوچھ لے گا؟

☆☆.....☆☆.....☆☆